

پطرس کی دعا
نمبر 3407
ایک خطبہ
اشاعت بروز جمعرات، 21 مئی 1914
ایس۔ ایچ۔ اسپرجن کی طرف سے وعظ
میٹروپولیٹن عبادت خانہ، نیونگٹن میں
جمعرات کی شام، 10 جون 1869 کو دیا گیا

جب شمعون پطرس نے یہ دیکھا تو یسوع کے پاؤں پر گر پڑا، اور کہا، اے خداوند، مجھ سے دُور ہو جا، کیونکہ میں گناہگار
"آدمی ہوں۔"
لوقا 8:5

شاگرد ساری رات ماہی گیری کرتے رہے تھے۔ اب وہ مچھلی پکڑنے کا کام چھوڑ چکے تھے، اپنی کشتیاں کنارے پر باندھ دی
تھیں، اور اپنے جالوں کی مرمت میں مصروف تھے۔ اسی اثناء ایک اجنبی وہاں نمودار ہوا۔ غالباً وہ اُسے پہلے بھی ایک بار دیکھ
چکے تھے، اور اتنا یاد تھا جو اُس کے لئے ادب پیدا کرے۔ پھر اُس کی آواز کی نرمی اور دبدبہ، اور اُس کی نشست و گفتار کا
انداز، فوراً ہی ان کے دلوں پر حکومت کرنے لگا۔ اُس نے شمعون پطرس کی کشتی اُدھار لی اور مجمع کو کلام سنایا۔

جب وہ وعظ ختم کر چکا، گویا یہ نہ چاہتا ہو کہ ان کی کشتی بغیر اجر کے لے، اُس نے فرمایا کہ گہرے میں لے جا کر پھر اپنے
جال ڈال دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا، اور مایوسی کے بجائے فوراً ایسی کثرت سے مچھلیاں پکڑیں کہ کشتیاں بھر نہ سکیں، اور
جال اتنا زور نہ سہہ سکا کہ پھٹنے لگا۔

اس عجیب معجزہ پر حیران ہو کر، اور شاید اُس بے مثال اور جلالی ہستی کی ہیبت سے مغلوب ہو کر جس نے یہ کام کیا تھا،
شمعون پطرس نے اپنے آپ کو ایسی رفاقت کے لائق نہ جانا، اور گھٹنے ٹیک کر یہ عجیب دعا کی: "اے خداوند، مجھ سے دُور
—ہو جا، کیونکہ میں گناہگار آدمی ہوں۔" پس، میں چاہتا ہوں کہ پہلے ہم سنیں

I

اس دعا کو اُس بُرے مفہوم میں جو اس سے نکل سکتا ہے۔ :

یہ ہمیشہ غلط ہے کہ کسی کے کلام پر بدترین مفہوم چسپاں کیا جائے، اس لئے ہم بھی ایسا کرنے کا قصد نہیں رکھتے، سوائے
اس کے کہ بطور اجازت، چند لمحوں کے لئے دیکھ لیں کہ ان الفاظ سے کیا کچھ سمجھا جا سکتا تھا۔ مسیح نے پطرس کو اس
طور پر نہ سمجھا۔ اُس نے اُس کے کلام کو بہترین مفہوم دیا۔ لیکن اگر کوئی اعتراض کرنے والا وہاں موجود ہوتا تو وہ اس فقرہ،
"اے خداوند، مجھ سے دُور ہو جا، کیونکہ میں گناہگار آدمی ہوں،" کا غلط مطلب یہ نکالتا۔

بدکار لوگ دراصل یہی دعا مانگتے ہیں۔ جب بعض آدمیوں کے پاس خوشخبری آتی ہے اور ان کے ضمیر کو بیدار کرتی ہے تو
وہ کہتے ہیں، "ابھی کے لئے تو اپنا رستہ لے، جب مجھے زیادہ مناسب وقت ملے گا تو میں تجھے بُلا لوں گا۔" جب کوئی غیر
مصلحت پسند واعظ ان کو ان کے گناہ بتاتا ہے، جب وہ ان کے ضمیر میں دہکتی ہوئی سچائی ڈال دیتا ہے، اور انہیں اس قدر
جھنجھوڑ دیتا ہے کہ وہ نہ سکون پا سکتے ہیں نہ نیند کر سکتے ہیں، تو وہ واعظ سے اور اس سچائی سے جو وہ بولنے پر
مجبور تھا، دونوں سے سخت ناراض ہو جاتے ہیں۔

اور اگر وہ اُسے اپنے راستہ سے ہٹا نہیں سکتے، تو کم از کم اپنے آپ کو اُس کے راستہ سے ہٹا لیتے ہیں، جو بالآخر ایک ہی
بات ہے۔ اور اس کا باطنی مفہوم یہ ہوتا ہے، "ہم اپنا گناہ چھوڑنا نہیں چاہتے، ہم اپنے تعصبات یا اپنے محبوب شہوات سے جدا
ہونے کی گنجائش نہیں رکھتے، پس تو ہم سے دُور ہو جا، ہمارے علاقہ سے نکل جا، ہمیں چھوڑ دے، ہمیں تجھ سے کیا کام ہے،
اے یسوع، خُدا کے بیٹے؟ کیا تو اس سے پہلے کے وقت ہمیں عذاب دینے آیا ہے؟" پطرس کا یہ مطلب نہ تھا، مگر یہاں کچھ
ایسے ضرور ہو سکتے ہیں جن کا یہی مطلب ہے، اور جو خوشخبری سے گریز کرتے ہیں، اُس پر توجہ نہیں دیتے، اُس کی
"حقارت کرتے اور اُس سے نفرت رکھتے ہیں، اور یہ سب مل کر گویا یہی پکار بن جاتے ہیں، "اے مسیح، ہم سے دُور ہو جا۔"

افسوس! مجھے خوف ہے کہ بعض مسیحی بھی درحقیقت—اگرچہ دانستہ نہیں—یہ دعا مانگتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر مسیح
پر ایمان رکھنے والا اپنے آپ کو آزمائش کے حوالہ کرے، اگر وہ اُس جگہ لذت پائے جہاں گناہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہو، اگر وہ
مقدسین کی جماعت کو چھوڑ دے اور شیطان کے عبادت خانہ میں راحت پائے، اگر اُس کی عملی زندگی بے ثبات ہو جائے، اور

پھر مقدس فرائض، عبادات، خلوتی دعا، کلام مقدس کا مطالعہ اور اس جیسے دیگر امور کی غفلت کے سبب بھی بے ثباتی پیدا ہو
 ”تو ایسا مسیحی گویا کہتا ہے، ”اے خداوند، مجھ سے دُور ہو جا۔“

رُوح القدس ہمارے دلوں میں سکونت کرتا ہے، اور اگر ہم اُس کی ہدایت پر چلیں تو ہم اُس کی حضوری کا شعوری لطف اٹھاتے
 ہیں۔ لیکن اگر ہم اُس کے برخلاف چلیں تو وہ بھی ہمارے برخلاف چلے گا، اور کچھ ہی عرصہ میں ہمیں یہ کہنا پڑے گا
 ”وہ مبارکی کہاں گئی جو میں نے پائی تھی“
 ”جب پہلی بار میں نے خداوند کو دیکھا تھا؟“

رُوح القدس اپنی حضوری کا احساس کیوں واپس لے لیتا ہے؟ اس لئے کہ ہم اُسے جانے کو کہتے ہیں۔ ہمارے گناہ اُسے جانے کو
 کہتے ہیں، ہماری نہ پڑھی ہوئی بائبل گویا بلند آواز میں اُسے جانے کا حکم دیتی ہے۔ ہم اُس مقدس مہمان کے ساتھ ایسا برتاؤ
 کرتے ہیں گویا ہم اُس سے اکتا گئے ہوں، اور وہ اشارہ پا کر اپنا چہرہ چھپا لیتا ہے۔ تب ہم ماتم کرتے ہیں اور اُسے پھر ڈھونڈنا
 شروع کرتے ہیں۔ پطرس نے ایسا نہ کیا، مگر ہم کرتے ہیں۔ افسوس! ہمیں کتنی بار کہنا چاہئے، ”اے رُوح پاک، ہم کو معاف کر
 کہ ہم تجھے اس قدر غمگین کرتے ہیں، تیری تنبیہات کا مقابلہ کرتے ہیں، تیری تحریکوں کو بجاتے ہیں، اور تجھے رنجیدہ
 کرتے ہیں! ہماری طرف پھر آ اور ہمیشہ ہمارے ساتھ رہ۔“

یہ دعا اپنے بُرے ترین مفہوم میں بعض اوقات کلیسیا بھی عملاً مانگتی ہے۔ میرا یقین ہے کہ کوئی بھی کلیسیا جو باہمی احساس
 میں تقسیم ہو جائے، تاکہ اس کے اراکین میں ایک دوسرے کے لئے حقیقی محبت نہ رہے، تو محبت کی اس کمی کا عمل ایک
 نہایت بولناک درخواست ہے۔ گویا وہ کہہ رہی ہو، ”اے اتحاد کی رُوح، ہم سے دُور ہو جا! تو صرف وہاں رہتا ہے جہاں محبت ہو،
 ہم محبت نہیں رکھیں گے، ہم تیرا آرام برباد کریں گے، ہم سے دُور ہو جا!“ رُوح القدس اُس قوم میں خوشی سے سکونت کرتا ہے
 جو اُس کی تعلیم پر چلتی ہے، لیکن کچھ کلیسیائیں ہیں جو سیکھنا نہیں چاہتیں، جو آقا کی مرضی پر عمل کرنے یا اُس کے کلام
 کو قبول کرنے سے انکار کرتی ہیں۔ ان کے پاس کوئی اور معیار ہوتا ہے، کوئی انسانی کتاب، اور انسانی تصنیف کے کمالات
 میں وہ الہی جلال کو بھول جاتے ہیں۔

میرا ایمان ہے کہ جہاں کوئی بھی کتاب، خواہ وہ کچھ بھی ہو، بائبل سے بڑھ کر یا اُس کے برابر رکھ دی جائے، یا کوئی عقیدہ یا
 کیٹیگز، خواہ کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو، اُس کامل خدا کے کلام کے برابر کر دیا جائے، تو ایسی کلیسیا دراصل کہتی ہے، ”اے
 خداوند، ہم سے دُور ہو جا۔“ اور جب بات حقیقی عقیدے کی خطا تک پہنچتی ہے، خاص طور پر اُن بولناک غلطیوں تک جو آج
 کل سننے کو ملتی ہیں، جیسے ہیٹسم کی پیدائشی نجات، اور اُس سے متعلق تعلیمات، تو یہ گویا ایک خوفناک بددعا ہے، اور ایسا
 معلوم ہوتا ہے کہ کہہ رہی ہے، ”اے خوشخبری، ہم سے دُور ہو جا! اے رُوح پاک، ہم سے دُور ہو جا! ہمیں ظاہری نشان اور
 علامات دے دے، یہی ہمارے لئے کافی ہیں، مگر اے خداوند، ہم سے دُور ہو جا، ہم تیرے بغیر راضی ہیں۔“

اور اپنی بابت، ہم بھی کلیسیا کے طور پر عملاً یہی دعا مانگ سکتے ہیں۔ اگر ہماری دعائیہ مجالس میں حاضری کم ہو، اگر اُن
 میں دعائیں سرد اور بے جان ہوں، اگر ہمارے اراکین کا جوش ماند پڑ جائے، اگر جانوں کے لئے کوئی فکر نہ ہو، اگر ہمارے
 بچے ہمارے درمیان خدا کے خوف میں تربیت پائے بغیر بڑے ہو جائیں، اگر اس عظیم شہر کی بشارت رسانی کسی اور جماعت
 کے سپرد کر دی جائے اور ہم خاموش بیٹھ جائیں، اگر ہم سردمزاج، تنگ دل، سست اور بے پرواہ ہو جائیں—تو ہم اپنے لئے اس
 سے بدتر کیا کر سکتے ہیں؟ کس زور سے ہم یہ بولناک دعا مانگ سکتے ہیں، ”ہم سے دُور ہو جا! ہم تیری حضوری کے لائق
 نہیں؛ چلے جا، اے نیک خداوند! ہمارے فصول پر ’ایخابود‘ لکھا جائے، اور ہم کو گریزیم کے سب لعنتوں کے شور کے ساتھ
 ”چھوڑ دیا جائے۔“

پس میں کہتا ہوں، یہ دعا اپنے بدترین مفہوم میں بھی سمجھی جا سکتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہ تھا، ہمارے خداوند نے بھی اس
 طرح نہ سمجھا، ہمیں بھی پطرس کے بارے میں ایسا نہ سمجھنا چاہئے، مگر آہ! ہمیں احتیاط کرنی چاہئے کہ ہم اپنی بابت عملاً
 اسے نہ پیش کریں۔

اب اگلے درجہ میں ہم کوشش کریں گے کہ اس دعا کو اسی طور پر لیں جیسے یہ پطرس کے لبوں اور دل سے نکلی

II

ایک ایسی دعا جسے ہم معاف بھی کر سکتے ہیں اور تقریباً سہرا بھی سکتے ہیں :

پطرس نے کہا، ”اے خداوند، مجھ سے دُور ہو جا، کیونکہ میں گناہگار آدمی ہوں،“ اس کی تین وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ ایک
 انسان تھا، دوسری یہ کہ وہ گناہگار تھا، اور تیسری یہ کہ وہ یہ جانتا تھا اور اُس نے عاجزی اختیار کی۔

پس پہلی وجہ اس دعا کی یہ تھی کہ پطرس جانتا تھا کہ وہ ایک انسان ہے، اور ایک انسان ہونے کی حیثیت سے وہ مسیح کی ایسی ذات کے سامنے اپنی بے بسی اور حیرت محسوس کرتا تھا۔ خدا کی پہلی نظر، کسی بھی روح کے لئے کتنی حیرت انگیز ہوتی ہے، چاہے وہ پاکیزہ ہی کیوں نہ ہو! میرا خیال ہے کہ خدا نے کبھی اپنے آپ کو مکمل طور پر ظاہر نہیں کیا، نہ ہی کسی مخلوق کو مکمل طور پر ظاہر کر سکتا ہے، خواہ اُس کی صلاحیت جتنی بلند کیوں نہ ہو۔ لا متناہی، محدود کو مغلوب کر دیتا ہے۔ اب یہاں پطرس ہے، شاید اپنی زندگی میں پہلی بار روحانی طور پر مسیح کی خدائی طاقت کی بے پناہ جلالت و عظمت کو دیکھ رہا ہے۔ وہ اُن مچھلیوں کو دیکھتا ہے اور فوراً اُس رات کو یاد کرتا ہے جب وہ تھکاوٹ سے چور تھا اور کوئی مچھلی اس کی صبر کا صلہ نہیں تھی، اور اب وہ مچھلیاں کشتی میں کثرت سے دیکھی، اور یہ سب اس اجنبی کے ذریعے ہوا جو ابھی ابھی ایک عجیب تر خطبہ سن چکا تھا، جس کی مثال پطرس نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی، اور وہ نہیں جانتا کہ یہ کیسے ہوا، مگر وہ شرمندہ ہو گیا، وہ کانپ اٹھا، وہ ایسی عظیم ذات کے حضور حیران و پریشان ہوا۔

میں حیران نہیں ہوں اگر ہم پڑھیں کہ ربیکہ جب نے اسحاق کو دیکھا تو وہ اپنے اونٹ سے اُتری اور اپنا چہرہ پردے سے چھپا لیا، اگر ہم پڑھیں کہ ابیگیل جب داؤد سے ملی تو وہ اپنے گدھے سے اتر کر اپنے چہرے پر گر پڑی اور کہا، "میرے خداوند، داؤد!" اگر ہم دیکھیں کہ میفوشت نے اپنے آپ کو داؤد بادشاہ کے حضور کتا کہا اور خود کو حقیر جانا۔ تو میں حیران نہیں ہوں کہ پطرس، کامل مسیح کی موجودگی میں، خود کو کچھ بھی نہ سمجھتے ہوئے، اپنی اپنی بے بسی اور مسیح کی عظمت پر پہلی بار حیران ہو کر، بے بسی اور چکناچور ہو کر، بظاہر اپنے خیالات کو جوڑنے سے قاصر ہو کر، وہ دعا کہے۔

پہلا اثر ایسا تھا جیسے سورج کی روشنی آنکھ پر پڑے اور وہ اتنی تیز روشنی ہو کہ اندھا کر دے۔ "اے مسیح، میں تو ایک انسان ہوں، میں کیسے خدا کی موجودگی برداشت کر سکتا ہوں جو سمندر کی مچھلیوں پر حکمرانی کرتا ہے، اور ایسے معجزے کرتا ہے؟"

دوسری وجہ جو میں نے کہی وہ یہ ہے کہ وہ گناہگار تھا، اور اس کی حیرت میں ایک قسم کی خوف بھی شامل تھی۔ ایک انسان کے طور پر وہ مسیح کی خدائی روشنی پر حیران ہوا، ایک گناہگار کے طور پر وہ اُس کی مقدسیت پر خوفزدہ ہوا۔ مجھے یقین ہے کہ مسیح کے اس خطبہ میں گناہ کی واضح مذمت، انصاف کی سختی، اور خدا کی پاکیزگی کا ایسا اعلان تھا کہ پطرس نے خود کو بے پردہ پایا، اُس کا دل کھلا ہوا محسوس کیا، اور اب آخری ضرب آئی۔

وہ ذات جس نے یہ سب کیا تھا، وہ سمندر کی مچھلیوں پر بھی حکمرانی کرتی ہے، پس وہ لازماً خدا ہے، اور پطرس کے دل کی تمام خامیاں اور برائیاں اُس خدا کے حضور بے نقاب ہو چکی تھیں اور وہ سب کچھ جانتا تھا، اور شاید ایک غیر واضح خوفزدہ پکار کے ساتھ، کیونکہ مجرم جج کے سامنے تھا، اور ناپاک پاک کے حضور تھا، اس نے کہا، "اے خداوند، مجھ سے ڈور ہو جا، کیونکہ میں گناہگار آدمی ہوں۔"

لیکن میں نے ایک تیسری وجہ بھی بتائی ہے، یعنی کہ پطرس ایک خاکسار آدمی تھا، جیسا کہ اُس کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو جانتا تھا اور بہادری سے اقرار کیا کہ وہ گناہگار ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بعض اوقات دنیا میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے چھوٹے گھر پر اچانک کوئی بادشاہ یا شہزادہ آ جائے، تو اچھی گھریلو خاتون، جب بادشاہ خود اُس کے جھونپڑے پر آتا ہے، تو ایسا محسوس کرتی ہے گویا یہ جگہ اُس کے لیے نا مناسب ہے، اگرچہ وہ اپنی پوری کوشش کرے اور اپنی روح میں خوش ہو کہ بادشاہ اُس کے جھونپڑے کی عزت کر رہا ہے، پھر بھی وہ کہتی ہے، "اوہ! کاش آپ کی عظمت کسی بہتر گھر جا چکی ہوتی، کسی بڑے آدمی کے گھر تھوڑی دیر پہلے جا چکی ہوتی، کیونکہ میں اس لائق نہیں کہ آپ کی عظمت یہاں آئے۔"

پس پطرس کو ایسا لگا کہ مسیح نے خود کو بہت نیچا کیا ہے جب وہ اُس کے پاس آئے، گویا یہ بات مسیح کے لئے بہت بڑی، بہت مہربان، بہت عاجزانہ ہے، اور وہ گویا کہتا ہے، "اوپر جا، اے آقا، اس غریب کشتی میں میرے درمیان اتنا نیچے مت بیٹھ، یہاں مت بیٹھ، کیونکہ تجھے آسمان کے تخت پر بیٹھنے کا حق ہے، ان فرشتوں کے درمیان جو دن رات تیری تعریف کرتے ہیں۔ خداوند، یہاں مت ٹھہرو، جا اوپر، کوئی بہتر جگہ لے، کوئی بلند مقام لے، اُن عظیم مخلوق کے درمیان بیٹھ جو تیری مسرت بھری مسکراہٹ کے مستحق ہیں۔" کیا تم نہیں سمجھتے کہ وہ ایسا کہنا چاہتا تھا؟ اگر ہاں، تو ہم نہ صرف اُس کی دعا کو معاف کر سکتے ہیں بلکہ اس کی تعریف بھی کر سکتے ہیں، کیونکہ ہم نے بھی ایسا ہی محسوس کیا ہے۔

اوہ! ہم نے کہا، "کیا یسوع چند غریب مردوں اور عورتوں کے ساتھ رہتا ہے جو اُس کے نام پر جمع ہو کر دعا کرتے ہیں؟ اوہ!" یقیناً یہ جگہ اُس کے لئے کافی اچھی نہیں، اُسے سارا عالم دے دو، تمام انسانوں کو دے دو کہ وہ تیری حمد کریں، اُسے آسمان دے دو، آسمانوں کے آسمان، کہربیم اور سرافیم اس کے خادم ہوں، اور فرشتے اُس کے جوتوں کے ریند کھولیں، اُسے جلال کے بلند ترین تخت پر بٹھاؤ، اور وہاں وہ بیٹھے، نہ اور کائنات کا تاج پہنے، نہ زخم کھائے اور نہ حقیر ٹھہرایا جائے، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پوجا جائے اور سجدہ کیا جائے۔" میرا خیال ہے کہ ہم نے ایسا محسوس کیا ہے، اور اگر ایسا ہے تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ پطرس نے کیا محسوس کیا، "اے خداوند، مجھ سے ڈور ہو جا، کیونکہ میں گناہگار آدمی ہوں۔"

اب بھائیو اور بہنو، ایسے اوقات آتے ہیں جب یہ جذبات اگر ہم میں تعریف کے لائق نہ بھی ہوں، تب بھی ہمارے آقا کے نزدیک معذور ٹھہرتے ہیں، اور کم از کم اُن میں کچھ ایسا ہے جسے وہ خوشی سے دیکھتا ہے۔ کیا میں ایک مثال دوں؟

کبھی کبھی ایک شخص کو اعلیٰ مرتبے کی خدمت کے لیے بلایا جاتا ہے، اور جب اس کے سامنے وہ وسیع راہیں کھلتی ہیں، اور وہ دیکھتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہوگا، اور کس عظمت و توقیر کے ساتھ اس کا آقا اسے نوازے گا، تو یہ بالکل فطری بات ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ روحانی بھی ہے کہ وہ جھجک کر کہے، "میں کون ہوں کہ مجھے ایسی خدمت کے لیے پکارا جائے؟ اے میرے آقا، میں تیرا بندہ بننے کو تیار ہوں، مگر افسوس! میں لائق نہیں ہوں۔" جیسے موسیٰ، جو خداوند کا بندہ بننے میں خوش تھا، اور پھر بھی اس نے دل کی گہرائی سے کہا، "اے خداوند، میں زبان سے سست ہوں، میں ناپاک ہونٹوں والا آدمی ہوں، میں "تیرے لیے کیسے بول سکوں؟"

یا یسعیاہ کی طرح، جو خوش دلی سے بولا، "یہاں ہوں، بھیج دے مجھے"، لیکن دل سے محسوس کرتا تھا، "ہائے میری بربادی، کیونکہ میں ناپاک ہونٹوں والا آدمی ہوں، میں کیسے جا سکتا ہوں؟" یہ یونس کی طرح نہیں تھا جو بالکل جانے سے انکار کرتا تھا اور نشیف جانے کی کوشش کرتا تھا تاکہ نینوا کی خدمت سے بچ جائے، بلکہ شاید یونس کی تلخیوں کا بھی کچھ اثر تھا، مگر بنیادی طور پر اپنی کمزوری اور نااہلی کا احساس تھا کہ ہم کہیں، "اے خداوند، مجھے وہ بوجھ نہ دے، ورنہ میں گر کر تیری عزت کو نقصان پہنچاؤں گا، میں تیری خدمت کرنا چاہتا ہوں، مگر اگر کہیں میں اس بوجھ تلے نہ تھک جاؤں، تو اپنے بندے کو "معاف فرما، اور اسے کم تر خدمت دے۔"

اب، میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس طرح دعا نہیں کرنی چاہیے، لیکن پھر بھی، جہاں کچھ برائی ہو، وہاں کچھ نیکی بھی موجود ہوتی ہے، اور مسیح اس بات کو دیکھے گا کہ ہم اپنی کمزوری اور نااہلی کو پہچانتے ہیں۔ وہ ہم سے ناراض نہیں ہوگا، بلکہ بھوسی کو اناج سے جدا کر کے، دعا میں جو اچھا تھا قبول کرے گا، اور جو برا تھا معاف کرے گا۔

دوسری بار، عزیز دوستوں، یہ دعا بعض اوقات شدید خوشی کے لمحات میں ہمارے لبوں پر آتی ہے۔ آپ میں سے بعض جانتے ہیں کہ میں کیا کہتا ہوں، جب خداوند اپنے بندوں کے قریب آتا ہے، اور ایک جلتی ہوئی آگ کی مانند ہوتا ہے، اور ہم اُس جھاڑی کی مانند ہوتے ہیں جو خدا کی زبردست جلالت سے پوری طرح جل رہی ہو۔ خدا کے کئی مقدسین نے ایسے لمحات میں بے ہوش ہو گئے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ محترم فلیول نے ہمیں بتایا کہ وہ ایک طویل سفر پر گھوڑے پر سوار تھے، جہاں انہیں وعظ کرنا تھا، اور انہیں مسیح کی مٹھاس اور خدا کی جلالت کا ایسا احساس ہوا کہ وہ خود کو نہیں پہچانتے تھے، دو گھنٹے گھوڑے پر بیٹھے رہے، اور گھوڑا دانائی سے ساکت کھڑا رہا، جب وہ ہوش میں آئے تو دیکھا کہ خوشی کی زیادتی سے ان کے جسم سے خون بہ رہا تھا، اور جب انہوں نے سڑک کنارے ندی میں اپنا چہرہ دھویا تو کہا کہ وہ جان چکے ہیں کہ آسمان کے دہانے پر بیٹھنا کیسا ہوتا ہے، اور شاید موتیوں کے دروازے پر جانے سے زیادہ خوش نہ ہو سکتے تھے، کیونکہ خوشی حد سے زیادہ تھی۔

جیسا کہ میں اکثر بیان کر چکا ہوں، محترم ویلز کے الفاظ، جو ایک مشہور سکائش الہی دانشور تھے، اور وہ آسمانی روشنی اور مسرت کی ایسی حالت میں تھے کہ انہوں نے کہا، "رک جا، اے خداوند! رک جا، یہ کافی ہے! یاد رکھ، میں ایک مٹی کا برتن ہوں، اور اگر تو مزید دے گا تو میں مر جاؤں گا!" خدا کبھی کبھار اپنا نیا شراب ہمارے پرانے غریب برتنوں میں ڈالتا ہے، اور پھر ہم آدھے دل سے کہتے ہیں، "دُور ہو جا، اے خداوند، ہم تیرے جلالی حضور کے لئے ابھی تیار نہیں۔" یہ الفاظ میں نہیں آتا، پوری طرح بھی نہیں، لیکن روح تو چاہتی ہے اور جسم کمزور ہے، اور جسم اُس جلال سے جھجکتا ہے جسے ابھی برداشت نہیں کر سکتا۔ بہت سی باتیں ہیں جو مسیح ہمیں بتانا چاہتا ہے، مگر ابھی نہیں بتاتا کیونکہ ہم انہیں برداشت نہیں کر سکتے۔

ایک اور موقع جب یہ خیال ہمارے ذہن سے گزرتا ہے، وہ بالکل درست نہیں، نہ مکمل طور پر گناہگار نہ، پچھلے دو جیسے، وہ ہے جب گناہ گار مسیح کی طرف آ رہا ہوتا ہے، اور کچھ حد تک اس پر ایمان بھی لایا ہوتا ہے، مگر جب وہ گناہ گار خدا کی مہربانی کی عظمت، آسمانی بخشش کی دولت، اور بخشے گئے گناہ گاروں کو دی جانے والی میراث کی جلالت دیکھتا ہے، تو "بہت سے دل گھبرا جاتے ہیں اور کہتے ہیں، "یہ سچ ہونے کے لئے بہت اچھا ہے، یا اگر سچ ہے تو میرے لئے سچ نہیں۔"

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اس مسئلے پر کتنی پریشانی میں پڑ گیا تھا۔ میں نے اپنے آقا پر ایمان لایا تھا، کچھ مہینوں تک اس میں آرام پایا اور خوشی منائی، اور ایک دن، جب نجات کی خوشیوں میں مست تھا، اور انتخاب، آخری صبر، اور ابدی جلال کے عقائد پر خوش تھا، میرے ذہن میں آیا، "یہ سب تیرے لئے ہے، تیرے جیسے مردہ کتے کے لئے—یہ کیسے ممکن ہے؟" اور کچھ دیر کے لیے یہ میرے لیے ایک ایسی آزمائش تھی جسے میں شکست نہیں دے سکا۔ یہ روحانی زبان میں کہنے کے مترادف تھا، "مجھ سے دُور ہو جا، میں تیرے ساتھ اپنی کشتی میں بہت گناہگار ہوں، تیرے دیے ہوئے ان انمول نعمتوں کا مستحق نہیں ہوں۔"

اب، میں کہتا ہوں، یہ بات مکمل طور پر غلط نہیں اور مکمل طور پر درست بھی نہیں۔ اس میں ملاوٹ ہے، اور ہم اسے معاف کر سکتے ہیں، اور کچھ حد تک سہرا بھی سکتے ہیں، لیکن پوری طرح نہیں۔ ایسے اور بھی اوقات ہوتے ہیں جب یہی جذبہ ذہن میں آتا ہے، مگر میں اب ان کی تفصیل میں نہیں جا سکتا۔ ممکن ہے یہاں کچھ لوگوں کے ساتھ بھی ایسا ہو، اور میں دعا گو ہوں کہ — وہ مکمل پریشان نہ ہوں، اور نہ ہی خود کو مکمل معاف کریں، بلکہ اس دعا کی اگلی تعلیم کی طرف بڑھیں

III

ایسی دعا جسے درست کرنے اور نظر ثانی کی ضرورت ہو۔ :

جیسا کہ یہ دعا اس طرح کھڑی تھی وہ اچھی نہیں تھی، اب اسے ایک اور طریقے سے رکھیں: "مجھ سے دُور ہو جا، کیونکہ میں گناہ گار آدمی ہوں، اے خداوند۔" کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ کہا جائے، "میرے قریب آ، کیونکہ میں گناہ گار آدمی ہوں، اے خداوند؟" یہ دعا بہادرانہ ہوتی، اور اس کے ساتھ ساتھ نرم دل بھی، زیادہ عقلمندانہ اور کم نہیں، کیونکہ عاجزی کئی صورتیں اختیار کرتی ہے۔ "میں گناہ گار آدمی ہوں"، یہ تو عاجزی ہے۔ "میرے قریب آ"، یہ ایمان ہے، جو عاجزی کو کفر اور ناامیدی میں تبدیل ہونے سے روکتا ہے۔

بھائیو، یہ ایک اچھا دلیل ہو گی، کیونکہ دیکھو، "اے خداوند، چونکہ میں گناہ گار ہوں، مجھے پاکیزگی کی ضرورت ہے، اور صرف تیری موجودگی حقیقی طور پر پاکیزہ کر سکتی ہے، کیونکہ تو ہی صفا کرنے والا ہے، اور تو ہی لیوی کے بیٹوں کو پاکیزہ کرتا ہے۔ صرف تیری موجودگی صفا کر سکتی ہے، کیونکہ ہونٹ تیرے ہاتھ میں ہے، اور تو ہی اپنے کٹاؤ کو صاف کر سکتا ہے۔ تو اس صفائی والے آگ کی مانند ہے، یا دھونے والے صابن کی طرح ہے، میرے قریب آ، اے خداوند، کیونکہ میں گناہ گار آدمی ہوں، اور میں ہمیشہ گناہ گار نہیں رہنا چاہتا۔ اے مجھے میرے بے راہ روی سے دھو تاکہ میں پاک ہو جاؤں، اور اپنی تقدیس کرنے والی آگ کو میرے وجود میں اس طرح ڈال کہ جو بھی تیرے ارادے اور مرضی کے خلاف ہو، سب کو جلا دے۔"

کیا تم یہ دعا کرنے کی جرات رکھتے ہو؟ یہ دعا کرنا فطری نہیں، اگر کر سکتے ہو تو میں تم سے کہوں گا، "سیمون بر جونا، تم مبارک ہو، کیونکہ گوشت و خون نے تمہیں یہ بات نہیں سکھائی۔" گوشت و خون تمہیں کہہ سکتے ہیں، "مجھ سے دُور ہو جا"، لیکن صرف روح القدس ہی ہے جو گناہ کے بوجھ کے نیچے تمہارے دل میں پاکیزگی کی آگ کی الہامی کشش ڈال سکتا ہے اور تمہیں ترغیب دیتا ہے کہ مسیح تمہارے قریب آئے۔

دوبارہ کہتا ہوں، "میرے قریب آ، اے خداوند، کیونکہ میں انسان ہوں، اور انسان ہونے کے ناطے میں کمزور ہوں، اور صرف تیری موجودگی مجھے مضبوط کر سکتی ہے۔ میں اتنا کمزور ہوں کہ اگر تو مجھ سے دُور ہو گیا تو میں بے ہوش ہو جاؤں گا، گر جاؤں گا، مر جاؤں گا۔ اے خداوند، میرے قریب آ تاکہ تیری طاقت سے مجھے حوصلہ ملے اور میں خدمت کے لیے تیار ہو جاؤں۔ اگر تو مجھ سے دُور ہو گیا تو میں تجھے کوئی خدمت نہیں دے سکوں گا۔ کیا مردے تیری حمد کر سکتے ہیں؟ کیا جن میں زندگی نہیں، وہ تجھے جلال دے سکتے ہیں؟ میرے قریب آ، اے میرے خدا، حالانکہ میں بہت کمزور ہوں، جیسے نازک ماں اپنے بچے کو کھلاتی ہے، اور چرواہا اپنے بچھڑوں کو اٹھاتا ہے، اسی طرح میرے قریب آ۔

کیا تمہیں نہیں لگتا کہ وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا، "میرے قریب آ، اے خداوند، اور میرے ساتھ ٹھہر، کیونکہ میں گناہ گار آدمی ہوں"، اس یاد میں کہ جب مسیح قریب نہ تھا تو وہ کس طرح ناکام ہوا تھا؟ پوری رات اس نے بار بار جال سمندر میں ڈالا، اور کئی بار پرجوش نگاہوں سے چاندنی میں دیکھا، مگر کچھ نہیں ملا۔ پھر جال دوبارہ ڈالا، اور اب جب مسیح آیا، اور جال مچھلیوں سے بھر گیا، کیا یہ مناسب دعا نہ ہوتی، "اے خداوند، میرے قریب آ، تاکہ جب بھی میں کام کروں کامیابی ہو، اور اگر میں انسانوں کا ماہی بنوں تو مجھ سے قریب رہ کہ جب بھی میں تیرا کلام و عظم کروں، تو روحیں تیرے جال میں آئیں اور تیری کلیسیا میں شامل ہو کر نجات پائیں؟"

جو میں اس نص سے نکالنا چاہتا ہوں — اور میں بہتر کر سکوں گا اگر میں ان مختلف خیالات کو جاری رکھوں — وہ یہ ہے کہ اچھا ہے کہ جب ہم اپنی نااہلی کا احساس کریں تو ہم خدا سے دور نہ بھاگیں، ناامیدی یا بدزبانی میں مبتلا ہو کر، بلکہ خدا کے قریب جائیں۔ فرض کرو کہ میں بڑا گناہ گار ہوں۔ اچھا، اسی وجہ سے خدا کے قریب جانے کی کوشش کروں، کیونکہ بڑے گناہ گاروں کے لیے بڑی نجات ہے۔ میں بہت کمزور ہوں، اور اس عظیم خدمت کے لیے نااہل ہوں جو اس نے مجھ پر ڈالی ہے، لہذا میں خدمت سے یا اپنے خدا سے دور نہ رہوں، بلکہ سمجھوں کہ جتنا میں کمزور ہوں اتنا ہی خدا کو جلال پانے کا موقع ملے گا۔ اگر میں طاقتور ہوتا تو خدا مجھے استعمال نہ کرتا، کیونکہ پھر میری طاقت کو سراہا جاتا، لیکن میری نااہلی اور کمزوری میرے آقا کے کام میں خدا کی قوت کے لیے جگہ ہے۔

کیا یہ اچھا نہ ہوتا اگر ہم سب کہہ سکتے، "میں اپنی صلاحیتوں، اپنے علم، یا اپنی طاقت پر فخر نہیں کرتا، بلکہ اپنی کمزوری پر فخر کرتا ہوں، کیونکہ خدا کی قوت میرے اوپر ہے!" لوگ یہ نہیں کہیں گے، "وہ ایک عالم شخص ہے اور اس نے اپنی دانشمندی

سے روحیں جیتیں"، وہ یہ نہیں کہیں گے، "وہ ایک شخص ہے جس کی دلیل بہت مضبوط ہے، اور جو گناہ گاروں کو قائل کر کے جیتتا ہے"، نہیں، وہ کہیں گے، "اس کی کامیابی کی وجہ کیا ہے؟ ہم اسے نہیں جانتے، ہمیں اس میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی، یا شاید یہ کہ اسے دوسروں کے مقابلے میں کم صلاحیتیں ملی ہیں۔" تب خدا کو زیادہ جلال ملتا ہے، اور وہی جس کا حق ہے، تاج پہنتا ہے۔

دیکھو، میرے عزیز بھائیوں اور بہنوں، میری تم سے یہ مراد ہے کہ اپنے آقا کے کام سے نہ بھاگو کیونکہ تم خود کو نااہل سمجھتے ہو، بلکہ اس وجہ سے دوگنا کام کرو۔ دعا کرنا چھوڑ دو مت کیونکہ تمہیں لگتا ہے کہ تم دعا نہیں کر سکتے، بلکہ دوگنی دعا کرو، کیونکہ تمہیں زیادہ دعا کی ضرورت ہے، اور خدا کے ساتھ کم ہونے کی بجائے زیادہ رہو۔ نااہلی کا احساس تمہیں دور نہ کرے۔ چھ ماں سے رات کو اس لیے نہیں بھاگتا کہ اسے نہلانے کی ضرورت ہے۔ تمہارے بچے تم سے دور نہیں رہتے کیونکہ انہیں بھوک لگی ہے، یا کپڑے پھٹے ہیں، بلکہ وہ تمہارے پاس آتے ہیں کیونکہ انہیں ضرورت ہے۔

وہ اس لیے آتے ہیں کہ وہ بچے ہیں، مگر زیادہ تر اس لیے آتے ہیں کہ وہ محتاج بچے ہیں، کہ وہ غمگین بچے ہیں۔ لہذا ہر ضرورت، ہر درد، ہر کمزوری، ہر غم، ہر گناہ تمہیں خدا کی طرف لے جائے۔ مت کہو، "مجھ سے دور ہو جا۔" یہ کہنا فطری بات ہے، اور پوری طرح ملامت کی جائے یہ بھی نہیں، لیکن یہ ایک جلالی اور خدا کی عزت کرنے والی بات ہے، یہ عقلمندی کی بات ہے کہ اس کے بجائے کہا جائے، "میرے قریب آ، اے خداوند، میرے قریب آ، کیونکہ میں گناہ گار آدمی ہوں، اور تیرے بغیر میں مکمل طور پر برباد ہوں۔"

میں اور کچھ نہیں کہوں گا، مگر میں دعا کروں گا کہ روح القدس ان میں سے کچھ لوگوں سے یہ کہے جو اس گھر میں ہیں، جنہیں بہت عرصے سے دعوت دی گئی ہے کہ وہ یسوع پر ایمان لائیں، لیکن ہمیشہ یہ بہانہ بناتے ہیں کہ وہ بہت گناہ گار ہیں، یا بہت سخت دل ہیں، یا کچھ اور۔ عجیب بات ہے کہ جس چیز کو ایک شخص آنے کی وجہ بناتا ہے، وہی دوسرا رکنے کی وجہ بناتا ہے!

داؤد نے زبور میں دعا کی، "اے خداوند، رحم فرما، اور میرے گناہ کو معاف کر، کیونکہ وہ بڑا ہے۔" تم کہو گے، "یہ عجیب دلیل ہے۔" نہیں، یہ عظیم دلیل ہے۔ "اے خداوند، یہ بڑا گناہ ہے، اور اب کچھ ایسا ہے جو ایک عظیم خدا کے واسطے قابل مقابلہ ہے۔ یہ گناہ پہاڑ کی مانند ہے، اے خداوند، اپنی قدرتی رحمت کی سیلاب کو نوح کے طوفان کی طرح بیس ہاتھ اس کے اوپر سے بہا دے۔ میں، گناہوں کا سردار ہوں، یہاں نجات دہندہ کا مقام ہے۔" یہ کیسا عجیب ہے کہ کچھ لوگ اسے رکنے کی وجہ بناتے ہیں

یہ سخت گناہ، کفر، تمہارے لیے سخت ہے، تم نے وہ تسلی کھو دی جو تم پا سکتے تھے۔ یہ مسیح کے لیے سخت ہے، کیونکہ اس کے دل کو کبھی بھی اس سے زیادہ دکھ نہیں پہنچا جتنا اس نے محبت اور ناانصافی کے خیال سے کہ وہ نا راضی ہے۔ ایمان لاؤ، ایمان لاؤ کہ جب وہ اپنے افرام کو اپنی آغوش میں لیتا ہے تو اس سے زیادہ خوش نہیں ہوتا جتنا کہ وہ کہتا ہے، "تیرے گناہ" جو بہت ہیں، سب تجھ سے معاف کیے گئے۔

اس پر بھروسہ کرو۔ اگر تم اسے دیکھ سکتے تو رک نہ پاتے۔ اگر تم اس کے عزیز چہرے اور ان پیارے آنکھوں میں دیکھ سکتے جو گناہ گاروں کے لیے آنسو بہا چکی ہیں جو اسے رد کر چکے ہیں، تم کہو گے، "دیکھو، ہم تیرے پاس آ رہے ہیں، تیرے پاس ابدی زندگی کے الفاظ ہیں، ہمیں قبول فرما، کیونکہ ہم صرف تجھ پر ایمان رکھتے ہیں، ہمارا سارا بھروسہ تجھ پر ہے۔" اور ایسا کرتے ہوئے تم پاؤ گے کہ اس کا تمہارے قریب آنا مثل بارش ہو گی جو کٹے ہوئے گھاس پر گرتی ہے، جیسے بارش جو زمین کو پانی دیتی ہے، اور اس کے ذریعے تمہاری روحیں پھلیں گی، تمہاری رسک (دھوپ) دور ہو جائے گی، اور تم خوشی سے ملبوس ہو کر، ہمیشہ کے لیے خوش رہو گے۔ خداوند خود تمہیں اس مقام پر لے آئے۔ آمین۔

تشریح از جانب سی۔ ایچ۔ اسپرجن

لوقا 27-1:15

آج شب ہم ایک ایسا باب پڑھیں گے جسے، میرا خیال ہے، ہم میں سے اکثر حفظ کر چکے ہیں۔ مگر جتنا بھی پڑھا ہوں، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اس میں کوئی نئی روشنی نہ دیکھی ہو۔ خدا کرے کہ آج بھی ایسا ہو۔

آیت 1: پھر تمام زکوٰۃ دار اور گناہ گار اُس کے قریب آئے کہ وہ اُن کی سنے۔

یہ ایک عجیب ہجوم ہوگا جب کہا گیا "تمام زکوٰۃ دار اور گناہ گار۔" ہر قسم کے گناہ گار اتنے زیادہ تعداد میں آئے کہ گویا شہر نے اپنے تمام گناہ گاروں کو باہر بھیج دیا ہو۔ اور یہ لوگ قریب آئے—جتنا ممکن تھا قریب، کہ ایک لفظ بھی ضائع نہ ہو جائے۔ انہوں نے نجات دہندہ کے گرد ایک دائرہ بنایا۔ اُس کے پاس گناہ گاروں کا محافظ فوج تھا، اور یقیناً کوئی نہیں جو اسے ان لوگوں کی طرح کبھی جلال دے سکے۔

آیت 2: اور فریسی اور کاتب سر پھیرنے لگے، اور کہا، یہ آدمی گناہ گاروں کو قبول کرتا ہے اور ان کے ساتھ کھاتا ہے۔ وہ دور کھڑے تھے۔ سننے کے لئے نہیں، بلکہ سر پھیرنے کے لئے۔ یہ وہی پرانی کہانی تھی جو "کتے کا منہ میں دانہ نہ دینا" کہلاتی ہے۔ وہ خود مسیح کو نہیں چاہتے تھے، مگر رشک کرتے تھے کہ دوسرے لوگ اس کے پاس آئیں۔ وہ اسے حقیر سمجھتے تھے۔ وہ خود کو اتنا راستباز سمجھتے تھے کہ نجات دہندہ کی ضرورت نہیں۔ پھر بھی جب حکیم اپنے مریضوں کو شفا دینے آیا تو وہ سر پھیرنے لگے۔

—آیت 3: اور اُس نے اُن کے لئے یہ مثل بیان کی، کہ یہ لوگ اُس کی محنت کے قابل بھی نہ تھے، مگر وہ ان کے لئے بھی بولے، اور دوسرے جو ایسے نہیں تھے، ان کے لئے یہ مٹھاس بن گئی۔ یہ ایک مثل ہے، لیکن اگر غور کرو تو تین مثلیں ہیں۔ کیا تم نے کبھی تین حصوں والی تصویر دیکھی ہے، جس کے تمام حصے مل کر تصویر مکمل کرتے ہیں؟ یہی یہاں ہے۔ فضل کے عظیم کام کے مختلف پہلو جو مختلف لوگوں کے مطابق ہیں، تاکہ اگر ہم ایک شیشے سے نہ دیکھ سکیں تو دوسرے یا تیسرے سے دیکھ سکیں۔

آیت 4-7: تم میں سے کون شخص سو بھیڑوں کا مالک ہو، اور اگر ایک کھو جائے تو وہ اُن نوے نو کو صحرا میں چھوڑ کر اُس کھوئے ہوئے کو تلاش نہ کرے، یہاں تک کہ اسے پائے؟ اور جب اسے پائے، تو خوش ہو کر اسے کندھوں پر رکھے۔ اور جب گھر آئے، تو اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کو بلائے اور کہے، میرے ساتھ خوشی مناؤ کیونکہ میں نے اپنی کھوئی ہوئی بھیڑ پائی ہے۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ آسمان میں بھی ایسا ہی خوشی ہوتی ہے جب ایک گناہ گار توبہ کرتا ہے، بہ نسبت نوے نو راستبازوں کے جو توبہ کے محتاج نہیں۔

یہ نہیں کہ توبہ کرنے والا گناہ گار آسمان میں نوے نو مقدسوں سے زیادہ عزیز ہے جو خدا کی طاقت سے محفوظ رکھے گئے ہیں، بلکہ گناہ گار کی توبہ کے وقت آسمان میں خوشی کی زیادہ لہر اٹھتی ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ تمہارے کئی بچے ہو سکتے ہیں، اور تم سب سے یکساں محبت کرتے ہو، مگر اگر کوئی بیمار ہو جائے تو اس کی زیادہ فکر کرتے ہو، پورا گھر اسی مریض کے حساب سے چلا رہے ہوتے ہو۔ ہو سکتا ہے وہ سب سے اچھا بچہ نہ ہو، مگر اس وقت اس کی زیادہ فکر ہوتی ہے کیونکہ وہ بیمار ہے۔

اور اگر تمہارے گھر میں کوئی لڑکا ہو جس نے تمہیں بہت غم دیا ہو اور گمراہ ہوا ہو، تو مجھے یقین ہے کہ اگر وہ توبہ کرے تو تم اس پر بے حد خوش ہو گے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اس کو اپنے فرمانبردار بھائی بہنوں سے زیادہ پسند کرتے ہو جو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم کسی نص سے اس سے زیادہ نہ سیکھیں جو وہ ہمیں سکھاتا ہے۔ اسی وقت، جتنا ہو سکے، ہم سیکھیں کہ جب کوئی واحد پشیمان اپنے باپ کی طرف لوٹتا ہے تو آسمان خوشی کی آگ میں جل اٹھتا ہے۔

آیت 8: یا وہ عورت جو دس پیسے رکھتی ہے، اگر ایک پیسہ کھو جائے، تو چراغ جلاتی ہے، گھر جھاڑتی ہے، اور تلاش کرتی ہے جب تک کہ اسے نہ پائے؟

مشرقی گھر عام طور پر بہت تاریک ہوتے ہیں، اور اگر تم کچھ ڈھونڈنا چاہو تو چراغ جلانا پڑتا ہے۔ یہ ایک پیسہ ہے دس میں سے، جیسے بھیڑ ایک تھی سو میں سے۔ عورت دوسرے نو پیسوں کو گنتی نہیں، بلکہ انہیں صندوق میں چھوڑ کر چراغ جلاتی ہے اور تلاشی شروع کرتی ہے۔ یقیناً گھر کے دوسرے لوگ کہیں گے، "یہ خاک کیا ہے؟" لیکن اسے اپنا پیسہ تلاش کرنا ہے۔ اسی طرح کبھی کبھار جماعت میں خاص خدمات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، جس سے کچھ ہنگامہ ہوتا ہے، اور کچھ نیک دل لوگ پریشان ہوتے ہیں، مگر کیا فرق پڑتا ہے کہ ہم کچھ ہنگامہ کریں جب کھویا ہوا مل جائے؟ اگر کوئی جان بچائی جائے تو ہم کچھ بے قاعدگی برداشت کر سکتے ہیں، بشرطیکہ قیمتی چیز دریافت ہو کر مالک کو مل جائے۔

آیت 9-10: اور جب وہ اسے پاتی ہے، تو اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کو بلاتی ہے اور کہتی ہے، میرے ساتھ خوشی مناؤ کیونکہ میں نے وہ پیسہ پایا ہے جو کھویا تھا۔ ویسے ہی، میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کے فرشتوں کے سامنے بھی خوشی ہوتی ہے جب ایک گناہ گار توبہ کرتا ہے۔

یہ سب سے حیرت انگیز مثل ہے۔ انسان کی حماقت اور گمراہ حالت کی سب سے سچی تصویر، اور ساتھ ہی خدا کی رحمت و محبت کی سب سے شاندار تصویر۔ سنو۔

آیت 11-12: اور اُس نے کہا، ایک آدمی کے دو بیٹے تھے؛ اور چھوٹے نے اپنے باپ سے کہا، اے باپ، مجھے وہ حصہ دے جو مجھ کو ملنا ہے۔ اور اُس نے اُن کو اپنی زندگی کی تقسیم کی۔

مشرق میں چھوٹے بیٹے کا حصہ بڑا بیٹے کے مقابلے میں کم ہوتا ہے۔ مگر یہ عام بات ہے کہ جب باپ زندہ ہو، چھوٹے بیٹے کو اس کا حصہ دے دیا جائے تاکہ وہ اسے استعمال کر سکے اور محنت سے بڑھا سکے، یہاں تک کہ وہ کامیاب بن جائے۔ اگر بڑے اور چھوٹے بیٹے میں فرق ہونا ضروری ہو۔ یاد رکھو کہ ابراہیم نے کتورہ کے بیٹوں کو حصہ دیا اور بھیج دیا، جبکہ اسحاق کو کچھ نہیں دیا کیونکہ وہ وارث تھا۔

تو چھوٹے بیٹے نے اپنا حصہ مانگا، اور باپ نے اپنی زندگی تقسیم کی۔

آیت 13: اور کچھ دنوں بعد، چھوٹے بیٹے نے سب کچھ سمیٹ کر دور ملک کو چلا گیا، اور اپنی دولت فضول خرچی میں صرف کر دی۔

اس کا دل اپنے باپ سے دور تھا۔ اس لیے وہ بے چین تھا یہاں تک کہ وہ خود کو اس جگہ لے گیا جہاں وہ جو چاہے کر سکتا تھا — وہ کام جو جانتا تھا کہ اس کے باپ کو پسند نہیں آئیں گے، اور جو وہ اپنے باپ کے گھر میں نہیں کرتا۔ اور کیا یہ خدا کا دشمن انسان کی سچی تصویر نہیں؟ وہ اپنی مرضی سے کرنا چاہتا ہے۔ وہ آزاد ہونا چاہتا ہے، اور چونکہ جانتا ہے کہ اس کی مرضی خدا کو پسند نہیں آئے گی، وہ خدا کو بھولنے کی کوشش کرتا ہے۔

وہ اپنی فراموشی کی وجہ سے دور ملک چلا گیا۔ اس نے اپنے دل میں کہا، "کوئی خدا نہیں۔" چاہتا تھا کہ خدا نہ ہو۔ وہ خدا سے جتنا ہو سکے اتنا دور ہو گیا۔ پھر اس نے اپنی دولت ضائع کی۔ کیا تم نے کبھی غیر خدائی زندگی کو قیمتی دولت کے ضیاع کے طور پر دیکھا ہے؟ یہی حقیقت ہے۔ محبت جو خدا کو جانی چاہیے تھی وہ بوس میں ضائع ہوئی۔ طاقت جو راستبازی میں صرف ہوئی چاہیے تھی وہ گناہ میں ضائع ہوئی۔ فکر، قابلیت جو یسوع کے قدموں میں ہونی چاہیے تھی، سب ذاتی خوشیوں میں خرچ ہوئی، اور یوں ضائع ہوئی۔ وہ اپنی دولت فضول خرچی میں ضائع کر دی۔

آیت 14: اور جب اس نے سب کچھ خرچ کر دیا، تو اُس ملک میں شدید قحط پڑا، اور وہ محتاج ہو گیا۔ محتاج ہو گیا" کیا تبدیلی ہے! اپنے باپ کے گھر میں فراوانی تھی، پھر فضول خرچی، اور اب محتاجی۔ یہ دو الفاظ "محتاج ہو" گيا" ہر غیر خدائی آدمی کی حالت بیان کرتے ہیں۔ کچھ عرصے بعد وہ ہر اچھی چیز سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کی روح مسکین ہے، وہ محتاج ہے۔

آیت 15: اور وہ اُس ملک کے ایک شہری کے پاس جا ملا۔ وہ شریف آدمی تھا جس کے ساتھ اس نے اپنی دولت ضائع کی تھی۔ کئی بار وہ اُس کے کھانے پر بیٹھا اور اس کی بہترین شراب پی تھی۔ اور یہ صاحب اس کے ساتھ کیا کرتا ہے؟

آیت 15: اور اس کو کھیتوں میں بھیجتا ہے کہ وہ خنزیر چرائے۔ یہ سب جگہ نچلی اور ذلیل پیشہ ہے، مگر یہودیہ میں خاص طور پر ذلت کی بات۔ یہودی کو خنزیروں کے کھیتوں میں بھیجنا۔

آیت 16: اور وہ چاہتا تھا کہ اپنے پیٹ کو اُن چھلکوں سے بھر لے جو خنزیر کھاتے تھے نہیں کہا گیا کہ وہ اپنے پیٹ کو صرف ان چھلکوں سے بھرتا، کیونکہ ایسا ممکن نہیں۔ وہ صرف اپنے پیٹ کو کچھ بھی بھرنا چاہتا تھا تاکہ اپنی فاقہ کشی کو روک سکے۔ بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ دنیا انہیں مطمئن نہیں کر سکتی، مگر کم از کم ان کی اندرونی کمی کو تھوڑا کم کر سکتی ہے، اور اس لیے وہ خنزیر کے چھلکوں سے اپنے پیٹ کو بھرنا چاہتے ہیں۔

آیت 16: اور کوئی اسے کچھ نہ دیتا۔ وہ لوگوں کو دیتا تھا، اپنی ساری دولت ان پر خرچ کی۔ وہ ایک اچھا انسان تھا، تب۔ مگر اب کوئی اسے کچھ نہ دیتا۔ اور یہ کس قدر رحمت تھی، کیونکہ اگر وہ اسے سب کچھ دیتا تو وہ کبھی اپنے باپ کے پاس نہ جاتا۔ کبھی کبھی خدا کی طرف رجوع کرنے کے لئے بھوکا رہنا ہی ضروری ہے۔ اور یہ روح القدس کا ایک بابرکت کام ہے کہ جب کوئی آخرکار اس قدر بھوکا ہو جائے کہ اسے خدا کی طرف جانا پڑے۔

آیت 17-20: اور جب وہ ہوش میں آیا تو کہا، میرے باپ کے مزدوروں کے پاس روٹی وافر ہے اور میں بھوکا مر رہا ہوں۔ اٹھ کر اپنے باپ کے پاس جاؤں گا اور کہوں گا، اے باپ! میں نے آسمان اور تیرے حضور گناہ کیا ہے، اور تیرے بیٹے کے قابل نہیں رہا، مجھے اپنے مزدوروں میں شمار کر۔ اور وہ اٹھ کر اپنے باپ کے پاس گیا۔

جب وہ ہوش میں آیا" یعنی پہلے وہ بیہوش تھا۔ غیر خدائی لوگ خدا اور اپنے بارے میں بہت جہالت رکھتے ہیں۔ "وہ اٹھ کر اپنے" باپ کے پاس گیا" یہ بہترین قدم تھا۔ اس نے صرف ارادے نہیں کیے، بلکہ عمل بھی کیا۔ یہی تبدیلی کا مقام تھا۔

آیت 20-21: اور جب وہ ابھی بہت دور تھا، اُس کے باپ نے اسے دیکھا اور ترس کھایا، اور دوڑا، اس کی گردن پر گرا، اور اسے بوسہ دیا۔ اور بیٹے نے کہا، اے باپ! میں نے آسمان کے سامنے اور تیرے حضور گناہ کیا ہے اور اب تیرے بیٹے کے قابل نہیں ہوں۔

مگر باپ نے اس کی دعا مکمل نہ ہونے دی۔ وہ اس کی بات سن کر پہلے جواب دیتا ہے، اور وہ بولتے بولتے سن لیتا ہے۔

آیت 22-24: اور باپ نے اپنے نوکروں سے کہا، بہترین لباس لاؤ اور اسے پہناؤ، اور اُس کے ہاتھ میں انگوٹھی ڈال دو، اور اُس کے پاؤں میں جوتے پہناؤ۔ اور موٹا بچھڑا لاؤ اور ذبح کرو، اور کھاؤ، اور خوش ہو جاؤ، کیونکہ میرا بیٹا مر گیا تھا اور زندہ ہوا، وہ گم ہو گیا تھا اور مل گیا۔ اور خوشی منانے لگے۔

!محتاجی سے خوشی تک کی کتنی بڑی تبدیلی

"یہ خدا کی نعمتوں کے عجائبات ہیں"
اب وہ اپنے بیٹ کو خنزیر کے چھلکوں سے بھرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اعلان ہو چکا ہے، "اؤ کھاؤ اور خوش ہو جاؤ۔"

آیت 25: اور اُس کا بڑا بیٹا کھیت میں تھا
اس بڑے بیٹے کے بارے میں بہت سوالات اٹھتے ہیں۔ میں اسے جانتا ہوں، کبھی کبھار ملتا ہوں۔ وہ بہت اچھا آدمی ہے۔ ان میں سے ایک بہترین، مگر وہ تبدیلیوں اور بہت سے لوگوں کے ایمان لانے میں دلچسپی نہیں رکھتا۔ وہ شکایت کرتا ہے کہ ننھے "پشیمان لوگوں پر اتنا شور کیوں مچایا جاتا ہے۔ اس کے خیالات سخت ہیں۔" وہ کھیت میں کام کر رہا تھا۔

آیت 25-27: اور جب وہ گھر کے قریب آیا تو موسیقی اور رقص کی آواز سنی۔ اور اس نے نوکر میں سے ایک کو پکارا اور پوچھا کہ یہ کیا مطلب ہے؟ اُس نے کہا، تیرا بھائی آ گیا ہے، اور تیرے باپ نے موٹا بچھڑا ذبح کیا ہے کیونکہ وہ اسے سلامت پا چکا ہے۔

کیا تم نے کبھی غور کیا کہ باپ کی خوشی اس لیے تھی کہ وہ اسے سلامت پایا: کوئی بڈی ٹوٹی نہیں، چہرہ خراب نہیں؟ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ گناہ گار مسیح کے پاس واپس آ جائے، سلامت اور ٹھیک، اس سب سے زیادہ خطرناک حالات کے باوجود جہاں وہ تھا۔ وہ نشے میں دھت اور فاحشاؤں کے ساتھ تھا، پھر بھی وہ سلامت پایا گیا۔ اے فضل کے عجائبات! کہ وہ ہمیں جو بہت دور گئے تھے، سلامت اور مکمل بنا دیتا ہے۔